محمد ذکوان ندوی

دجال اکبر کا فتنہ

[''نقطۂ نظر'' کا یہ کالم مختلف اصحاب فکر کی نگارشات کے لیے مختص ہے۔ اس میں شائع ہونے والے مضامین سے ادارے کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔]

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

دجال کی حقیقت اُس کے لفظ سے ظاہر ہے۔ خود اُس کے نام (دجال) میں اُس کے فتنوں کا اصل سراغ چھپا ہوا ہے۔ 'دَجَّال' 'دَجل' کا مبالغہ ہے، یعنی انتہائی مکر و فریب اور حق و باطل کے مابین آخری حد تک کذب و تلبیس کا طریقہ اختیار کرنے والا۔ یہی وجہ ہے کہ تانبے اور پیتل وغیرہ کے برتن پر سونے کا ملمع (پالش) کر کے اُسے سونا ظاہر کرنے کو 'دَجَّلَ الْإِناء' کہا جاتا ہے، یعنی کسی دوسرے معدنی برتن پر ملمع کر کے اُسے سونا ظاہر کرنے کی کوشش کرنا (القاموس المحیط: ۹۱۸)۔[1]

دور آخر میں ظاہر ہونے والے 'شخص' کو دجال کہنے کی وجہ یہی ہے کہ وہ چیزوں کے ساتھ دجل کا معاملہ کرے گا، وہ پر فریب تعبیر کے ذریعے سے حقائق کو غلط صورت میں پیش کر کے لوگوں کو منحرف کرنے کی کوشش کرے گا۔ اِس طرح یہ ہو گا کہ کسی چیز کی غیر واقعی توجیہ کر کے اُس کی اصل حقیقت لوگوں کی نگاہوں سے مستور کر دی جائے تاکہ آدمی اُس سے بے خبر رہ کر سراب (mirage) کو حقیقت اور حقیقت کو سراب، نیز سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ تصور کرے۔ وہ ظاہر بینی کو حقیقت بینی کے مترادف سمجھے۔ وہ بصارت کو بصیرت اور محض آنکھوں سے نظر آنے والی چیز کو اصل حقیقت کے ہم معنی قرار دے۔ یہی وجہ ہے کہ اقوال رسول میں

۱۔ دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع ۳، ۱۴۲۴ھ۔

'دجال' کو 'اعور' بتایا گیا ہے، جس کا ایک استعمالی مفہوم ہے: انتہائی غلط رہنمائی کرنے والا 'الدليلُ السيّئ الدلالة' (القاموس المحیط: ۴۱۵)۔

فتنۂ دجال اکبر کی اِس صورت حال کے لیے ایک رہنما قول رسول میں ارشاد ہوا ہے: 'إنّ معه ماءًا ونارًا، فنارُه باردٌ وماؤه نارٌ' (فتح الباری ۱۳/ ۱۱۳، رقم ۱۳۰)،[۲] یعنی دجال کے ساتھ آگ اور پانی ہو گا، مگر اُس کی آگ در حقیقت ٹھنڈا پانی اور اُس کا پانی در حقیقت آگ ہو گی۔

مادی فراوانی اور مادی بحران کا ایک استعارہ

اِس روایت میں ''آگ'' اور ''پانی'' کے الفاظ دراصل ایک دوطرفہ ظاہرے کا استعارہ ہیں، یعنی ایک طرف مادی فراوانی، وسائل کی کثرت اور دوسری طرف مادی بحران۔ اِسی بنا پر اِس کے لیے مختلف الفاظ وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) ایک قول کے تحت، اِس روایت میں ''پانی'' کو نعمت اور ''آگ'' کو حالات کی شدت اور آزمایش سے کنایہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: 'و إمّا أن يكون ذلك كناية عن النّعمة والرّحمة بالجنة، وعن المحنة والنّقمة بالنار. فمن أطاعه، أنعم عليه بجنته، يؤوْل أمره إلٰى دخول نار الآخرة وبالعكس' (فتح الباری ۱۳/ ۱۲۴)، یعنی یا یہ کہ اِس روایت میں 'جنت' خوش حالی سے اور 'آگ' مشقت و آزمایش سے کنایہ ہے۔ چنانچہ جو لوگ دجال کی اطاعت کریں گے، وہ اُنھیں اِس دنیا میں اپنی 'جنت' سے نوازے گا، جس کا انجام بالآخر جہنم کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ یہی دجال کے 'جہنم' کا حال بھی ہو گا۔

ظہور دجال کے وقت دنیا میں برپا اِس صورت حال کے لیے یہاں چند مزید اقوالِ رسول ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ 'معه جبلٌ من خبزٍ، ونهرٌ من ماءٍ' (دجال کے پاس روٹی کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہو گا)۔

۲۔ 'إنّ معه الطعامُ والشرابُ' (دجال کے ساتھ کھانا اور پانی ہو گا)۔

۳۔ 'معه مثل الجنة والنار، فالتي يقول إنها الجنة، هي النار' (دجال ظاہر ہو گا تو اُس کے ساتھ جنت اور جہنم جیسی چیزیں ہوں گی؛ مگر جسے وہ جنت بتائے گا، وہ جنت نہیں، بلکہ آگ ہو گی)۔

۴۔ 'معه جبالٌ من خبزٍ، والناسُ في جَهدٍ إلّا مَن تبعه' (دجال کے پاس روٹی کا پہاڑ ہو گا۔

۲۔ دار السلام، الریاض، طبع ۱، ۱۴۲۱ھ۔

اِس کے برعکس، دوسری طرف لوگ تنگ حالی کے دور سے گزر رہے ہوں گے، سوااُن لوگوں کے جو دجال کے پیرو اور اُس کے وفادار ساتھی بن جائیں) (فتح الباری ۱۳/ ۱۱۶-۱۲۴)۔

۵۔ 'معه نهران يجريان: أحدُ هما رأيَ العين ماءٌ أبيض، والآخَرُ رأيَ العين نارٌ تأجّجُ. فإمّا أدركن[۳] أحدٌ، فليأتِ النهرَ الذيْ يراه نارًا ولْيُغَمّضْ، ثمَّ لْيُطأْطِئْ رأسَه فيشربَ منه...'، ''دجال کے ساتھ دو بہتے دریا ہوں گے۔ایک بہ ظاہر صاف پانی ہوگا، اور دوسرا بہ ظاہر بھڑکتی ہوئی آگ۔ تم میں سے جو اِسے پائے، اُسے چاہیے کہ وہ اُس دریا کے پاس جائے جو اُس کو آگ نظر آرہا ہے، اور اپنی آنکھیں بند کرے، پھر اپنا سر جھکائے اور اُس دریا میں سے پی لے، کیونکہ در حقیقت وہ بھڑکتی ہوئی آگ نہیں، بلکہ ٹھنڈا پانی ہوگا''[۴] (مسلم، رقم ۲۹۳۴)۔

اِس روایت کا اسلوب بہت عجیب ہے۔اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجالی مادیت اور فتنوں کا یہ سیلاب اِس قدر شدید اور ایک ایسے عمومی طوفان کی صورت اختیار کرلے گا کہ ایک سچا مومن بھی اُس کی دل فریب کشش کے اثر سے بادل نخواستہ ہی اپنے آپ کو محفوظ اور اُس سے صرف نظر کر سکے گا۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

تاہم مذکورہ روایات میں دجال کے ساتھ ''پانی'' اور ''آگ'' کے دریا کا ظاہرہ اپنے حقیقی معنوں میں بھی، نوبل انعام (۱۹۷۱ء) پانے والے یہودی سائنس داں ڈینس گیبر (Dennis Gabbor) کے ذریعے سے دریافت کردہ 'ہوموگریفی' (Homography) کے اِس دور میں قابل فہم بن چکا ہے۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خدا کے بندوں کو صراط مستقیم سے بھٹکا کر اپنا گرویدہ بنانے کے لیے دجال لوگوں کے سامنے عملاً بھی جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے سے اِس طرح کے سحر انگیز مظاہرے پیش کرے گا۔

دجال: ایک شخصیت، نہ کہ دور

ارشاد رسول کے مطابق، دجال ایک شخص ہے، نہ کہ محض ایک دور یا فتنہ 'إنّ مسيحَ الدجّالِ رَجُلٌ قصيرٌ...' (ابوداؤد، رقم ۴۳۲۰)،[۵] یعنی مسیح دجال ایک کوتاہ قامت آدمی ہوگا۔تاہم مطالعہ بتاتا ہے کہ غالباً

۳۔اِس روایت میں 'أدركنّ' کے بجائے 'أدركه' درست ہوگا (محمد فواد عبدالباقی، محقق صحیح مسلم)۔

۴۔دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع ۲، ۱۹۷۲ء۔

۵۔المکتبۃ العصریۃ، بیروت (بدون تاریخ)۔

دجال مابعد الطبیعیاتی نوعیت کا ایک ایسا ظاہرہ ہے جس کی اجمالی تفہیم ممکن ہے، مگر معروف طبیعی اصولوں کے تحت قبل از ظہور اُس کی تعیین ناممکن نظر آتی ہے۔ ایسی حالت میں اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ ثابت شدہ پیغمبرانہ مشاہدات (مبنی بر رؤیا اخبار النبی) کے ذریعے سے ملنے والی تنبیہات سے عبرت حاصل کریں اور اِن فتنوں سے اپنے آپ کو محفوظ رکھیں۔ چنانچہ ظہور دجال کے وقت برپا اِس بحران میں سچے اہل ایمان کو ان الفاظ میں پیغمبرانہ رہنمائی دی گئی ہے: 'فمَنْ أدرک ذلكَ منْکم فلْیقَعْ فيْ الذيْ یَراہ نارًا، فإنّه ماءٌ عذْبٌ طیّبٌ'، (تم میں سے جو شخص اِس صورتِ حال سے دوچار ہو، اُسے چاہیے کہ وہ اپنے لیے اُس چیز کا انتخاب کرے جو بہ ظاہر آگ نظر آئے، کیونکہ درحقیقت وہ آگ نہیں، بلکہ میٹھا اور خوش گوار پانی ہوگا)۔ اِسی طرح آپ نے فرمایا: 'فمَنِ ابْتُلِيَ بِنَارِہ، فلْیَسْتغِثْ باللہ، ولْیَقرأْ فَواتِحَ الکھف، فتکون علیه بَردًا وسَلامًا'، ''جو شخص نارِ دجال کے فتنے سے دوچار ہو، اُسے چاہیے کہ وہ اللہ سے مدد طلب کرے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات (۱-۱۰) پڑھے، تو وہ آگ اُس کے لیے سلامتی اور ٹھنڈک ثابت ہوگی'' (فتح الباری ۱۳/ ۱۲۴)۔

یہ پیغمبرانہ ارشاد گویا اُسی حقیقت کا ایک تمثیلی بیان ہے جسے قرآن مجید میں اولین اسرائیلی بادشاہ طالوت (Saul c. 1021-100 BC) کے ذکر کے تحت اِس طرح بیان کیا گیا ہے:

> ''(بنی اسرائیل کی حکومت سنبھالنے کے بعد) پھر جب طالوت فوجیں لے کر نکلے تو اُنھوں نے لوگوں کو بتایا کہ اللہ نے فیصلہ کیا ہے کہ وہ ایک دریا کے ذریعے سے تمھیں آزمائے گا۔ اِس کی صورت یہ ہوگی کہ جو اِس کا پانی پیے گا، وہ میرا ساتھی نہیں ہے اور جس نے اِس دریا سے کچھ نہیں چکھا، وہ میرا ساتھی ہے۔ مگر یہ کہ اپنے ہاتھ سے کوئی شخص ایک چلو پانی پی لے۔ لیکن اِس کے برعکس ہوا یہ کہ اُن میں سے تھوڑے لوگوں کے سوا، باقی سب نے خوب سیر ہو کر اُس دریا کا پانی پیا۔ پھر جب طالوت دریا کے پار اترے اور اُن کے وہ ساتھی بھی جو اپنے ایمان پر قائم رہے، (اور دشمن کی فوجیں دیکھیں) تو (جو لوگ آزمایش میں پورے نہیں اترے تھے)، اُنھوں نے کہہ دیا کہ ہم تو آج جالوت اور اُس کے لشکروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اِس پر وہ لوگ جنھیں خیال تھا کہ اُن کو اللہ سے ملنا ہے، بول اُٹھے کہ (حوصلہ کرو، اِس لیے کہ) بہت جگہ ایسا ہوا ہے کہ ایک چھوٹا گروہ اللہ کے حکم سے بڑے گروہوں پر غالب آیا ہے، اور اللہ تو ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔''
>
> (البقرہ ۲: ۲۴۹)

اِس وقت دنیا میں مادی فراوانی کا یہ سیلاب پوری شدت کے ساتھ جاری ہے۔ لوگوں کا ایک بڑا طبقہ فتنۂ دجال اکبر کے اِس سیلاب میں پوری طرح غرق ہے۔ اِس مدہوشانہ آسودگی نے آدمی کی پرواز کو اِس

خطرناک حد تک کو تاہ کر دیا ہے کہ اُن کی اکثریت اب حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تقریباً نااہل ثابت ہو چکی ہے۔

دوسری طرف یہ حال ہے کہ دنیا کے بڑے حصے میں سخت قسم کا معاشی اور غذائی بحران برپا ہے، حتیٰ کہ بعض مقامات پر اشیاے خورونوش کا یہ بحران 'فوڈ ایمرجنسی' کی نازک ترین صورت حال تک پہنچ گیا ہے۔ آج عالمی سطح پر علمی، فکری، سیاسی اور معاشرتی، ہر میدان میں دجل کا یہ طوفان پوری شدت کے ساتھ جاری ہے ــــــ کبھی غلط توجیہ کرکے، کبھی غلط نام دے کر، نیز کبھی کسی اور طریقے سے چیزوں کو کچھ کا کچھ دکھانے اور باور کرانے کے ذریعے سے دجل کا یہ پرفریب کاروبار جاری ہے۔ اِس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ دنیا شعوری یا غیر شعوری طور پر اِس پرفریب نقشے کے مطابق زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے۔ قرآن نے انتہائی بلیغ اسلوب میں مذکورہ پرفریب صورت حال کی طرف اِن الفاظ میں توجہ دلائی ہے:

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا. اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا. اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا. ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا.(الکہف ۱۸: ۱۰۳-۱۰۶)

''یعنی اِن سے کہو، کیا ہم تمھیں بتائیں کہ اپنے اعمال کے لحاظ سے سب سے زیادہ خسارے میں کون لوگ ہیں؟ یہ وہ لوگ ہیں جن کی تمام سعی و جہد صرف دنیا کی زندگی میں اکارت ہو کر رہ گئی اور وہ اِسی خیالِ خام میں رہے کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار کی آیات اور اُس سے ملاقات کا انکار کیا۔ سو اُن کے اعمال ضائع ہوئے۔ اب قیامت کے دن ہم اُن کو کوئی وزن نہیں دیں گے۔ اُن کا بدلہ یہی جہنم ہے، اِس لیے کہ اُنھوں نے انکار کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کا مذاق اڑایا۔''

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دنیا پرستانہ ذہن کا اصل سبب

مذکورہ مادی طرزِ حیات، جو محض دنیا اور لذائذِ دنیا کے حصول پر مبنی ہے، زیرِ بحث آیات کے آخر میں اُس کا

اصل سبب بالکل واضح کر دیا گیا ہے، اور وہ ہے: 'آیات رب اور لقاے رب' سے کفر و سرتابی۔ چنانچہ ارشاد ہوا ہے: 'اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ'۔ مفسر ابن جریر طبری (وفات: ۳۱۰ھ) نے یہاں 'آیات رب' کی تشریح اِن الفاظ میں کی ہے: 'الذينَ كفرُوا بِحُجَجِ رَبِّهِمْ وَأدِلّته' (تفسیر طبری ۱۸/ ۱۲۹)،[۶] یعنی 'انکار آیات' کا مطلب ہے: انفس و آفاق میں کھولے گئے بے شمار دلائل و نشانات پر غور کرنے کے بجاے اُس سے غفلت اور اُس کو یکسر نظر انداز کر دینا۔

مادی طرز فکر کا یک رخا پہلو

دجالی فتنے کے تحت بر پا زندگی اور کائنات کی خالص مادی توجیہ کا غالباً یہی وہ یک رخا انداز (one-sided approach) ہے جسے فتنۂ دجال اکبر کے تحت، اُس کے 'اعور'، 'أعْوَرُ العَيْنِ اليُمْنٰى' (مسلم، رقم ۱۶۹) ہونے سے تعبیر کیا گیا ہے، اور بتایا گیا ہے کہ اللہ 'اعور' نہیں ہے 'وَإنّ الله تعالٰى ليسَ بِأعْوَرَ'، یعنی ابتداءً اپنے دعواے نبوت اور آخر کار دعواے اُلوہیت (فتح الباری ۱۳/ ۱۱۴) کے باوجود دجال یک چشم اور ''داہنی آنکھ کا اندھا'' ہوگا —— اِس اعتبار سے یہ کہنا درست ہوگا کہ مادی طرز فکر اور خالص مادی طرز حیات گویا فتنۂ دجال اکبر کے اصل مظاہر کی حیثیت رکھتے ہیں۔

واضح ہو کہ مذکورہ ارشاد رسول میں، دجال کے لیے 'اعور' (one-eyed) کی تعبیر مجرد نہیں، بلکہ اللہ کے مقابل میں آئی ہے۔ ''دجال اعور ہے، مگر اللہ اعور نہیں''۔ زبان کا یہ مخصوص اسلوب بتا رہا ہے کہ فتنۂ دجال اکبر کی نسبت سے 'اعور' یہاں اپنے حقیقی معنی کے ساتھ مجازی معنی کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے، یعنی بصارت کے باوجود بصیرت سے کامل محرومی (الحج ۲۲: ۴۶)۔ چنانچہ بعض دیگر روایات کے مطابق دجال کے اندر یہ عیب موجود ہوگا کہ وہ ایک آنکھ سے عملاً اور دوسری آنکھ کی روشنی سے حقیقتاً محروم ہوگا تاکہ ایک سچا مومن دجال کو قطعی طور پر پہچان سکے (فتح الباری ۱۳/ ۱۲۰)۔

فتنۂ دجال اکبر کے اِس یک رخے طرز فکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مادی سیلاب کے باوجود روحانی اور اخلاقی افلاس، اُس کی طرف سے مکمل چشم پوشی اور 'عَلٰى عِلْمٍ' (الجاثیہ ۴۵: ۲۳) اندھا پن ایک عام روش بن جائے گی۔ اِس کے بعد آدمی انسانیت کے بلند مقام سے گر کر حیوانیت کے پست ترین مقام پر پہنچ جائے گا۔ وہ اب انسان نہیں،

۶۔ مؤسسۃ الرسالۃ، طبع ۱، ۱۴۲۱ھ۔

بلکہ محض دو پیروں پر چلنے والا ایک ایسا حیوان بن کر رہ جائے گا جس میں حیوانیت کے سوا، انسان کے ساتھ دوسری اور کوئی مشابہت باقی نہ ہوگی۔ چنانچہ بہ ظاہر تمام تر مادی ترقی کے باوجود دنیا اعلیٰ انسانی اور اخلاقی اقدار سے محروم ہو جائے گی۔ اُس کے پاس حصول مادیت کے سوا اور کوئی اعلیٰ مقصد باقی نہیں رہے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص یا گروہ جتنا زیادہ اِس مادہ پرستانہ اور یک رخے طرز فکر میں مبتلا ہوگا، وہ اتنا ہی زیادہ فتنۂ دجال اکبر سے متاثر اور اُس کے لیے آسان نشانہ (soft target) ہوگا۔ اِس قسم کا یک رخا طرز فکر انسانیت کے لیے، کوئی تحفہ نہیں، بلکہ اپنی تمام تر ظاہری چمک دمک کے باوجود وہ اُس کے اخلاقی اور روحانی وجود کے لیے، بلاشبہ ایک زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتا ہے۔

'اعور' کا مفہوم

'اعور' کا لفظ اپنے استعمالی مفہوم کے اعتبار سے، یک چشم ہونے کے جسمانی نقص کے علاوہ، زبان کے محاورے میں 'حق وصواب سے محروم' ہو جانے کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک قدیم لغت میں لفظ 'عَوِرٌ' (مؤنث: 'عَوِرَۃٌ') کی تشریح درج ذیل الفاظ میں کی گئی ہے —— اِس سے مراد ایک آنکھ کا اندھا، حق وصواب سے محروم، بد عنوان اور بد ضمیر[7] ہونا ہے:

> The being blind of an eye. Corrupted; abandoning which is right; having a bad conscience. (p.661)[8]

چنانچہ بعض دوسرے اہل علم نے بھی ''نیکی کی قوتوں سے محرومی'' کو دجال کے 'اعور' ہونے ہی کا ایک ظاہرہ قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں: تفسیر ماجدی (۵۸۹/۱)[9]، نیز مفردات، راغب اصفہانی[10] (مادہ: 'مسح'):... 'بِأنّ الدجّالَ قد مُسِحَتْ عنهُ القوّةُ المَحْمُودةُ من العلمِ والعقلِ والحِلْمِ والأخلاقِ

۷۔ 'ضمیر' سے مراد ایک شخص کے اندر موجود صحیح اور غلط کے درمیان فرق کرنے کی صلاحیت اور اُس کا اخلاقی شعور (a person's moral sense of right and wrong) ہے۔

۸. A Dictionary: Persian, Arabic And English, By John Richardson, ESQ., F.S.A, Vol. 1, London-1806.

۹۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ، طبع ۷، ۲۰۱۶ء۔

۱۰۔ دار المعرفۃ، بیروت، طبع ۲، ۱۴۲۲ھ۔

الجمیْلة‘)یعنی دجال کو ’مسیح‘ کہنے کا سبب اُس کا اصلاً علم و حلم اور حسن اخلاق کی اعلیٰ اور مثبت صلاحیتوں سے محروم ہونا ہے (۴۷۰)۔

دجل سے حفاظت کا راستہ: سچا ایمان اور گہرا تدبر

کائنات میں ہر طرف بکھرے ہوئے دلائل و معجزات پر غور وفکر کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے آدمی اِس دنیا کی معنویت اور حقائق کو دریافت کر سکتا ہے۔ اِس حقیقت کو سورۂ کہف کی مذکورہ بالا آیت میں ’لِقَآءَ رَبِّ‘ کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ’لقاے رب‘ یا ’ایمان بالآخرت‘ کے بغیر نہ آدمی کے اندر مطلوب سنجیدگی پیدا ہو سکتی ہے اور نہ وہ اِس زندگی اور کائنات کی کوئی بامعنی توجیہ دریافت کر سکتا ہے۔

یہی حکمت کا وہ سرا ہے جس کو دریافت کرنے کے بعد آدمی کے اندر وہ بصیرت پیدا ہوتی ہے جو اِس دنیا میں اُسے ہر قسم کے ’دجل‘ اور فریب سے بلند ہو کر چیزوں کو دیکھنے کا ذوق اور اُسے اللہ کی خوش نودی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حوصلہ عطا کرتا ہے۔ اِسی حقیقت کو ایک قولِ رسول میں اِس طرح بیان کیا گیا ہے: ’إیّاکُم وفِراسَةَ المُؤمن، فإنّه ینظربنُورِ الله‘ (جامع معمر بن راشد ۱۹۶۷۴)۔[11] یعنی خبردار، تم مومن کی فراست سے بچو، کیونکہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں دجال کے متعلق ارشاد ہوا ہے کہ اُس کی پیشانی پر اِس طرح ’کافر‘ لکھا ہو گا کہ اُسے ہر سچا مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ ’مکتوبٌ بین عینیه کافرٌ، یقرؤہ کُلُّ مؤمنٍ، کاتبٍ وغیرِ کاتب‘ (مسلم، رقم ۲۹۳۴)۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے عطا کردہ فراست ہی ہے جس کے ذریعے سے ایک سچے مومن کو دجال اور اُس کے فتنوں کا ادراک حاصل ہو گا۔

حافظ ابن تیمیہ (وفات: ۷۲۸ھ) نے اِس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: ’فدلّ علٰی أنّ المؤمن یتبیّن له مالا یتبیّن لغیره، ولا سِیّما في الفتن...وکلّما قوي الإیمانُ في القلب، قوي انکشافُ الأمور له‘ (فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۰/۴۵)۔[12] یعنی ایک مومن پر وہ چیز کھل جاتی ہے جو اُس کے علاوہ کسی اور شخص پر نہیں کھلتی، اور فتنوں کے معاملے میں تو خاص طور پر ایسا ہوتا ہے۔ آدمی کے دل میں جس قدر

۱۱۔ المکتب الاسلامی، بیروت، طبع ۲، ۱۴۰۳ھ۔

۱۲۔ وزارة الشؤون الاسلامیة، السعودیة، ۱۴۲۵ھ۔

ایمان پختہ ہوگا، اُسی قدر اُس پر اِن حقائق کا انکشاف ہوتا چلا جائے گا۔

تاہم مذکورہ ارشاد رسول 'يقرؤه كُلُّ مؤمن' کا مطلب معروف معنوں میں، صرف چند لکھے ہوئے الفاظ کو پڑھ لینا نہیں، بلکہ اِس سے مراد دجال اور اُس کے فتنوں کا حقیقی ادراک ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اِس معاملے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: 'أن لا تكون الكتابةُ حقيقة، بل يقدر الله علىٰ غير الكاتب علم الإدراك، فيقرؤ ذلك، وإن لم يكن سبق له معرفة الكتابة' (فتح الباری ۱۳/ ۱۲۵)، یعنی مذکورہ روایت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ دجال کی پیشانی پر 'کافر' جیسے الفاظ نہ لکھے ہوئے ہوں، بلکہ اصل یہ ہے کہ اسے ایک ایسا مومن ہی پڑھ سکے گا جس کو اللہ اس کا خصوصی علم و ادراک عطا کر دے، خواہ بہ ظاہر وہ ایک ناخواندہ انسان ہی کیوں نہ ہو۔ گویا سچے اہل ایمان کے لیے دجال کا دجل اِس قدر مبرہن ہوگا کہ عیاناً وہ اُس کی پیشانی پر 'کفر' لکھا ہوا دیکھ لیں گے —— فتنۂ دجال اکبر کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ یہ اِس دنیا میں برپا ہونے والا وہ تاریک ترین فتنہ ہے جس میں انسان 'اللہ' اور 'روز آخرت' پر ایمان تو کجا؟ خود اپنے آپ پر اعتماد کی صلاحیت سے بھی محروم ہو کر رہ جائے گا۔

[لکھنؤ، ۱۵؍ستمبر ۲۰۲۱ء]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com